

کامیاب مدرس کی دس نمایاں اور امتیازی خوبیاں

پیر احمد نعمانی

مصعب بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنے صاحب زادے سے فرمایا: ”اے میرے لخت جگر! علم حاصل کرو، اگر تمہارے پاس مال ہوا تو یہ علم تمہارے لئے زینت اور شان افتخار ہے اور اگر تمہارے پاس دنیا کی دولت نہ ہوئی، تب بھی یہ علم تمہارے لئے کسی متاع بے بہا سے کم نہیں۔“

دین اسلام کی جامعیت، کمال اور بلندی ہر ہر جہت سے اکمل و مکمل ہے، ان کمالات و محاسن اور فضائل و مناقب میں سے ایک نمایاں خوبی اور ممتاز وصف ”علم وحی“ ہے۔ قرآن و سنت نے جا بجا مختلف مقامات پر حصول علم کی ترغیب و تشویق دے کر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ایک عالم و عارف کبھی بھی کسی جاہل و نادان کے برابر نہیں ہو سکتا، ان کے درمیان کسی مساوات و ہم سہری کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، یہ ”علم“ ہی ہے جس کی طرف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”میں معلم و استاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ یہ کتاب و سنت کا علم ہی تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باب ”دارالحکمت“ بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس گئے گزرے دور اور معاشرے میں جو حضرات تعلیم و تعلم دین سے منسلک اور وابستہ ہیں، ان کی حیثیت، مرتبت اور اہمیت مسلم ہے۔ بقول حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ”تعلیم (دین) کی حالت دوسرے کاموں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے انجن کا پہیہ کہ اس کے چکر پر تمام گاڑیوں کو حرکت ہوتی ہے، اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو تمام گاڑیوں کی حرکت بند ہو جائے، مگر اس کی ضرورت کا احساس لوگوں کو نہیں ہوتا۔ درس و تدریس (دین) سب محکموں کی روح ہے، خواہ تقریر ہو، خواہ تحریر، خواہ تصنیف سب اسی تعلیم (دین) کی فرع ہیں، مگر اس وقت سب سے زیادہ اسی کو بے کار سمجھ رکھا ہے، عام طور سے لوگوں کی نظر میں علماء کی وقعت کم ہے۔“ (تحفۃ العلماء 69/1)

آج کے مادہ پرست، ظاہر میں اور بناوٹ شعار زمانے میں مجموعی طور پر ”مدارس دینیہ“ سمجھ لیں کہ ایک معلم و مدرس کو اس کا وقار و عزت ویسے ہی فراہم کرتے ہیں، جو اس کے منصب و مقام کا تقاضا ہے، مگر درحقیقت یہاں طلبہ علوم دینیہ کو تن آسان،

سہل پسند اور غفلت کا خوگر بنادیا ہے، وہاں اساتذہ اور مدرسین علوم نبویہ کی ذمہ داریاں اور ان کے بلند رتبہ مقام کے تقاضے بھی پہلے سے کئی گنا بڑھ چکے ہیں، سستی، بے فکری اور عدم توجہی کی اس تاریک و سیاہ فضا میں وہ کون سے ایسے قابل توجہ اسباب و عوامل ہیں جن کو بروئے کار لا کر ایک کامیاب مدرس و معلم اپنے متعلمین و متعلمین کی صلاحیتوں کو دو آدھ بنا سکتا ہے؟ جن سے استفادہ کر کے وہ اپنے لئے کامیابی و کام رانی کی راہیں ہموار کر سکتا ہے؟ جن کی بنیاد پر امت بیضا کو معتبر رجال کا راور مستند افراد دین مہیا کئے جاسکتے ہیں؟ آئیے! ایک جمالی، مگر موثر انداز میں ان سوالات کا جواب تلاش کریں۔

وقت کی پابندی:..... پابندی وقت ہر عقل مند انسان کی خوبی ہے، تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے اور کروانے کا بنیادی اصول مقررہ وقت کا بھرپور اور درست استعمال ہے، اپنے وقت کی کامل حفاظت اور اسے تول تول کر خرچ کرنا ہی کامیاب تدریس کی جانب پہلا قدم ہے، اس حوالے سے ذرا سی بے اتفاقی و بے توجہی اور تاہل نہ صرف آپ کے علمی، عملی اور اخلاقی رویے کے منافی ہے، بلکہ آپ کے زیر تدریس شاگردوں پر بھی اس کے برے اور منفی اثرات پڑ سکتے ہیں، جو یقیناً ان کے بہتر مستقبل کے حوالے سے زہر قاتل ہے، وقت کا التزام یہ تو اچھی اور قابل تحسین عادت و صفت ہے، البتہ اپنے گھنٹے سے قبل دوسرے استاد کے گھنٹے کا وقت لیا جائے اور نہ ہی مقررہ وقت ختم ہونے کے بعد دوسرے مدرس کے اوقات میں بے جا دخل اندازی کی جائے، متعین ساعتوں میں اپنی بات سمیٹنا اور تکمیل تک پہنچانا اخلاقاً و شرعاً آپ کی ذمہ داری ہے۔

تفہیم سے قبل تفہیم:..... وقت کو معتدل انداز میں اسی وقت اپنے لئے کارآمد اور مفید بنایا جاسکتا ہے، جب آپ تعلیم گاہ میں جانے سے پہلے متوقع سبق کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہوں، بسا اوقات عبارت میں کسی قسم کی غلطی و ابہام کی وجہ سے صحیح معنی اور مفہوم اخذ نہیں ہو پاتا، چنانچہ اس مرحلے کو اگر پہلے ہی عبور کر لیا جائے تو یقیناً آپ مکمل اطمینان و سکون کے ساتھ طلبہ کو سمجھا سکتے ہیں، اسی طرح عبارت کے مالہا و ما علیہا کی آگاہی اور واقفیت سے افہام کا راستہ آسان اور سہل ہو جاتا ہے، سبق کی روانی اور رفتار بھی متاثر نہیں ہوتی، یاد رکھئے! سمجھانے سے قبل سمجھنا، بولنے سے پہلے سوچنا اور کرنے سے پیشتر نتائج پر نظر رکھنا آپ کے انداز تدریس اور معیار تعلیم پر خوش گوار اور دیر پا اثرات ڈال سکتے ہیں۔

اسلوب تعلیم:..... ہر انسان کو خالق کائنات نے مختلف خوبیوں اور محاسن سے نوازا ہے، یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھائی اور خوبی کسی انسان میں ہو تو لازماً دوسرے فرد میں بھی پائی جائے، مگر چند ایسی صفات ضرور ہیں جو مشترکہ طور پر ہر انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہوتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کون کتنا اور کس خوبی سے اس کو اپنے تصرف میں لا کر اپنے لئے ترقی کی منزلیں قریب کرتا ہے۔ ایک مقبول اور ہر دل عزیز استاذ کی پہچان اور اس کا تعارف یہ ہے کہ وہ سبق اور درس کو شاگردوں کے ذہن فہم کے قریب لے آئے، یہ قرب و نزدیکی اس قدر ہو کہ کوئی طالب علم اس کتاب اور سبق سے وحشت و تنگی اور دوری محسوس نہ کرے لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟..... جواب بہت سیدھا اور آسان ہے، درس ہمیشہ ”تقطیع اور تجزی“ کے اصول پر پڑھایا جائے، یعنی دانش گاہ میں قدم رکھنے سے قبل ہی آپ ذہن اس بات کو متحضر کر لیں کہ آج میرے سبق میں کتنی باتیں، کتنے مباحث، کتنے قاعدے اور کتنے نکات ہوں گے؟ اس تعین و تحدید کے بعد عبارت پر اس

کو منطبق کر دیں، انشاء اللہ العزیز کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

طلبہ کی استعداد:..... بلاشبہ ہر اچھے مدرس کی تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ اس کے طلبہ علمی لیاقت اور فنی استعداد میں مضبوط اور پختہ ہوں، اس خواہش کے شکوفے اسی وقت چنگیں گے، جب آپ طلبہ کو بھی اپنے تدریسی عمل کا حصہ بنالیں۔ اس کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ روزانہ کی بنیاد پر ان سے عبارت خوانی کروائی جائے۔ ”سب نہ سہی، ایک سہی، زیادہ نہ سہی، مختصر سہی“ کے اصول اور ضابطے کو سامنے رکھ کر، چلا جائے تو بہت کچھ پایا جاسکتا ہے، دوسری صورت یہ کہ گزشتہ سبق کا حتی الامکان اعادہ کروائیں، چاہے خود سن کر یا آپس میں تقسیم کر کے، تیسری صورت یہ کہ ہفتے دو ہفتے میں سابقہ خواندگی کا سرسری لیکن تنقیدی جائزہ لیں، ان امور کی رعایت سے استاذ کے ذہن میں خود بھی نئی نئی باتیں اور اچھوتے خیالات جنم لیتے ہیں، جو عمل کی بھٹی سے نکل کر کنڈن کی صورت اختیار کر جاتے ہیں، ضرورت سے فقط ہمت اور حوصلہ !!

مصطلحات فن اور طلبہ:..... اولین اور بنیادی درجات میں اس بات کا التزام دلچسپی رکھا جائے کہ طلبہ کو صرف و نحو، فقہ و اصول فقہ، اصول تفسیر وحدیث اور منطق و بلاغت کے مصطلحات خوب ازبر ہوں، شروع میں اس اہم اور طالب ریاضت مرحلے کو نظر انداز کر دینے کی محضرت و نقصان آخر تک نظر آتا ہے، ابتدائی طالب علموں کے اذہان و افکار اس خام مال کے مشابہ ہیں جسے ماہر اور موقع شناس کاریگر کسی بھی عمدہ سانچے اور خوبصورت ظرف میں ڈھال سکتا ہے، چنانچہ اس وقت کا معیاری اور کامیاب استعمال اسی صورت ممکن ہے جب ان تازہ ذہنوں کو حذاق و مشاق مدرس اپنے متعلقہ فن کی موٹی موٹی تعریفات بمع امثال یاد کرادے جو آگے چل کر ان کے لئے مطولات کے سمجھنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

علمی تفقہ کی آبیاری:..... حدیث مبارک میں رسول معلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اور نکتہ رس سوال کو ”آدھا علم“ فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ طالبان علوم نبوت میں یہ علمی پیاس اور تفقہ کی کا ذوق و شوق کیسے اور کیوں پیدا ہو سکتا ہے یا کیا جاسکتا ہے؟ اس کا حل حدیث میں موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے ایک سوال فرمایا، کسی کو جواب نہ آیا، میں جان گیا کہ اس سوال کا کیا جواب ہے، لیکن بوجہ شرم و حیا اور صغرنی کے مجھے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شیخ عبدالفتاح البوندہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم“ میں مندرجہ حدیث شریف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں: ”استاذ کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے متعلمین و مستفیدین سے از خود سوال کرے جس کے ذریعے ان کے انداز فہم کی جانچ و پرکھ کے ساتھ ساتھ، ان میں غور و فکر اور سوچ و بچاری کی جانب رغبت و شوق پیدا کرنے کی کاوش شامل ہو، اگرچہ معلم طلبہ کے سامنے اس بات کو اس انداز میں بیان کر چکا ہو کہ وہ اپنی کم نہی اور ناتجہبی کی بنا پر اس سوال کی گہرائی اور حقیقت تک نہ پہنچ سکے ہوں۔“ (ص: 108)

دورانِ درس تا صحنہ کلمات: والد اور استاذ کے مابین کلیدی فرق و امتیاز یہ ہے کہ باپ اپنے بچے کی مادی اور ظاہری و جسمانی نشو و نما کرتا ہے، جب کہ ایک مشفق و مہربان مدرس اپنے زیرِ نگرانی شاگرد کی باطنی و قلبی اور روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، ہر باصلاحیت معلم اور جوہر شناس استاذ کی نظر ہمہ وقت اپنی روحانی اولاد کی سیرت و کردار پر رہتی ہے اور کیوں نہ ہو؟ کہ اس www.aisaijor.com میں ملتی ہے، اس لئے ضرورت اس

امر کی ہے کہ حقیقت پسند اور نفسیات شاس مدرس اپنے آپ کو فقط کتاب کی تدریس و تعلیم تک محدود نہ کرے، بلکہ دوران درس کوئی نصیحت آموز کلمہ، کوئی فکر انگیز واقعہ، کوئی نظریہ ساز جملہ کہہ کر اپنے زیر تربیت نو بہانوں کی عملی زندگی کا دھارا بدلنے میں مثبت اور نتیجہ خیز کردار بھی ادا کرے۔

معتدل مزاجی:..... طلبہ کے ساتھ اعتدال، میانہ روی اور دوستانہ رویہ، ان کی فکری، علمی اور ذہنی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں بے حد مفید و معاون ثابت ہوتا ہے، جہاں خشک مزاجی، بے جا غصے کا اظہار اور حد اعتدال سے بڑھی ہوئی سختی اور تشدد جہاں آپ کو طالب علم سے دور کر دیتی ہے، وہاں افراط کا شکار نرمی، طبیعت میں عدم سلیقہ کا عنصر اور طلبہ سے فضول گپ شپ بھی درس گاہ کے عمومی اور آپ کے پڑھانے کے خصوصی ماحول کو متاثر و بدنام کرتی ہے، ایسی فضا اور ماحول، جس میں توسط و اعتدال کا رنگ و وصف نمایاں اور عیاں ہو، آپ کی ذہنی چٹنگی اور بہترین انتظام کا مظہر سمجھی جائے گی، ورنہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی کمی یا کوتاہی سے پیدا ہونے والے نتائج کا سد باب ناممکن اور محال ہے۔

طلبہ میں امتحانی شعور اجاگر کرنا:..... ایک کسان کے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا سب سے بڑا لمحہ وہ ہوتا ہے، جب اسے اپنے ہاتھوں بویا ہوا بوج..... ایک لہلہاتی، ہوا کے دوش پر لپکتی اور ہری بھری فصل کی صورت میں نظر آتا ہے، بالکل اسی طرح صاحب دل استاذ کے لئے راحت اور عزت کا مکمل سامان اس وقت میسر ہوتا ہے، جب اس کے ہونہار طلبہ امتیازی اور نمایاں حیثیت و مرتبہ حاصل کریں، اگرچہ امتحان دینا شاگرد اور معلم کا کام ہے، مگر اس کی تیاری کے لئے لائحہ عمل، طریقہ امتحان کی وضاحت اور لکھنے کی ڈھنگ کی صورت گری جیسے مراحل استاذ کے ہاتھوں ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں، جائزہ چاہے تحریری ہو یا تقریری، ہر دو کے لئے چند راہ نما اور سودمند ہدایات بتلانے سے طالب علم کا حوصلہ بڑھتا ہے، اسے ڈھارس ملتی ہے، اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ایک قوت میری سرپرستی اور راہ دکھلانے والی موجود ہے، اس احساس کا منطقی نتیجہ بہت خوشگوار اور فرحت بخش ہوتا ہے۔

اساتذہ میں باہم جوڑ و اتفاق:..... کوئی ادارہ، جماعت اور معاشرہ ایک فرد و انسان سے مکمل و تام نہیں ہوتا، مختلف مزاج اور متفرق طبیعتیں مل کر ہی کسی مدرسہ، اسکول اور گھر کو جوڑ بخشتی ہیں، ان الگ الگ مزاجوں اور طبیعتوں کا کسی امر پر متفق و متحد ہو جانا، اس کی پائیداری، مضبوطی اور چٹنگی کے لئے بنیادی و کلیدی اہمیت رکھتا ہے، اس کے برعکس افتراق و انتشار، فتنہ و فساد اور ٹوٹ پھوٹ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، قابل، محنتی اور مخلص استاذ ہمیشہ ایثار پیشہ، منکسر انفس اور اعمال صالحہ کا حریص ہوتا اور رہتا ہے، اس کی ابتدا سے یہ کوشش وسیعی ہوتی ہے کہ اس کی ذات، کردار اور شخصیت، مدرسہ، اسکول اور ادارے کے مجموعی ماحول کے لئے نمکدور و خرابی کا باعث و سبب نہ بنے، اس کے کسی قول و عمل سے دوسرے کی دل آزاری، دل شکنی اور دل شکنگی نہ ہو، ایک شخص اور فرد کا یہ عزم و ارادہ اور نیت پورے ادارے اور جماعت کے استحکام و دوام کا ذریعہ بن سکتا ہے، ورنہ ایک چنگاری ہی پورے ڈھیر کو راہ بنا دینے کے لئے کافی ہو جاتی ہے، اللہ رب العزت ہم سب کو صحیح معنوں میں دین کا خادم و سپاہی بنائیں۔ آمین